موجودہ انقلابی تحریکیں تمہید ہیں اس عظیم اسلامی انقلاب کی جو آخری زمانہ میں مقدر بن چکا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ؍اگست ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ۔ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان: ۳۱)

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: ۳۹)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اس سے قبل چند خطبات مَیں اس مضمون پر دے چکا ہوں ۔قرآن کریم ایک عظیم ہدایت اور کامل شریعت ہے۔خود قرآن کریم نے اپنی عظمت اور علوِّ شان کا دعویٰ بھی کیا ہے اور اس پر دلائل بھی قائم کئے ہیں۔قرآن کریم کی اس عظمت اور کمال کے باوجود بنی نوع انسان کی ایک بڑی تعداد اور خود امت محمدیہ کا ایک حصہ اس قرآن عظیم سے قطع تعلق کرتا ہے۔ وہ نہ زبان سے اس کی طرف رغبت کا اظہار کرتا اور نہ اپنے عمل سے اپنے دلی لگاؤ کا اظہار کرتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک اور عظمت اور شان آیت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں بیان کر دی گئی جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے علم میں یعنی علم الٰہی میں کوئی ایسی بنیادی بات نہیں تھی جس کی انسان کو ضرورت پڑ سکتی ہو اور قرآن کریم نے اسے بیان نہ کیا ہو۔ چونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر قیامت تک کی ضرورتوں کو اس کتابِ عظیم نے پورا کرنا تھا اور لوگوں کی ہدایت کے سامان مہیا کرنے تھے اور

ایسی تعلیم دینی تھی جو خدا تعالیٰ کی طرف انہیں لے جانے والی اور اللہ تعالیٰ سے انسان کے ذاتی تعلق کی پختگی کو قائم رکھنے والی ہو۔ چنانچہ سورۂ انعام کی آیت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تاہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس صدی میں مبعوث ہوئے تھے اس صدی کی انسانی ضرورتیں اس صدی کی ضرورتوں سے مختلف تھی جس میں انسان نے صنعتی انقلاب بپا کیا یا زراعت میں یعنی زمین سے پیداوار کے حصول میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور انسان نے اس سلسلہ میں نئے طریقے رائج کئے۔ چنانچہ اس زمانے میں یعنی قرون اولیٰ میں لوگوں کو اس کا تفصیلی علم دیا جانا ضروری نہیں تھا کیونکہ اُن کی یہ ضرورت نہیں تھی لیکن جو اس وقت کی ضرورتیں تھیں امت مسلمہ کو ان کا تفصیلی علم دے دیا گیا تھا۔

ویسے اصولی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی ضرورتوں کا علم دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پڑھتے اور ان پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ زمانے کی سائنس نے جو ضرورتیں پوری کیں یا پورا کرنے کی کوشش کی ہے ان کے متعلق ہمیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ہدایت ملتی ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دے کر میں اس حقیقت کو واضح کروں گا۔

انسان کے دانت کی صحت کی حفاظت کے لئے انسانی علم نے ماضیٔ قریب میں بہت ترقی کی ہے جس میں ایک نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ دانت صاف کرنے کے لئے انسان نے آج کل جو برش بنائے ہیں ان کو اوپر سے نیچے دانتوں پر پھیرنا چاہیئے۔ جہاں تک امت محمدیہ کا تعلق ہے وہ تو ان ایجادات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل میں مسواک کرتی رہی ہے۔ مسواک، برش اور ٹوتھ پیسٹ (دانت صاف کرنے والی دوا) کا مجموعہ ہے۔ انسان نے برش علیحدہ بنا لیا اور ٹوتھ پیسٹ ٹیوبوں کی شکل میں علیحدہ فروخت کرنا شروع کر دیا۔ بہرحال حفظان صحت پر ریسرچ کرنے والے ڈاکٹروں نے یہ بات نکالی کہ مسوڑھوں پر برش کی حرکت نیچے سے اوپر نہیں ہونی چاہیئے اس سے مسوڑھے چھل جاتے ہیں اسلئے اوپر سے نیچے کی طرف حرکت ہونی چاہیئے۔ اس سے صفائی بھی زیادہ ہوگی۔ مسوڑھے بھی صحت مند

رہیں گے اور دانتوں میں خرابی کا امکان بھی پیدا نہیں ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر بڑے خوش تھے کہ انہوں نے کوئی نئی چیز ایجاد کی ہے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر اعجاز صاحب جو دانتوں کے بڑے اچھے ماہر ہیں ان سے باتوں باتوں میں مَیں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسواک کو اوپر سے نیچے کی طرف لے جاؤ۔ نیچے سے اوپر کی طرف لے کر نہ جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر وہ بڑے حیران بھی ہوئے اور بڑے خوش بھی ہوئے۔ کہنے لگے مجھے اس کا حوالہ چاہئے۔ شاید انہوں نے کوئی مضمون لکھنا ہوگا میں نے یہ حوالہ نکلوا کر انہیں بھجوا دیا تھا۔ گو یہ ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن جس وقت انسان نے اپنے دانت غلط قسم کی غذا کے نتیجہ میں زیادہ خراب کر لئے تو اس کے لئے یہ مسئلہ زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ پرانے زمانہ میں لوگوں کو مسواک کرنے کی عادت تھی اور اس سے دانت بڑے اچھے رہتے تھے۔ پھر غذا کا دانتوں کی صحت کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔ مثلاً جو لوگ زیادہ میٹھا کھانے والے ہوتے ہیں۔ اُن کے دانت بہت جلد خراب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جو قومیں ہر وقت منہ میں چینگھم رکھتی ہیں ان کے دانت اکثر خراب رہتے ہیں یا جن لوگوں کو بڑی کثرت سے چاکلیٹ کھانے کی عادت ہوتی ہے یا ہمارے ملک میں بچے ہر وقت میٹھا پھانکتے رہتے ہیں ان کے دانت خراب ہو جاتے ہیں۔

غرض دانتوں کی خرابی اس رنگ میں اور اس وسعت کے ساتھ اس زمانے کی بیماری ہے۔ چنانچہ ڈاکٹروں نے غور کیا۔ حفظان صحت کے طریقے نکالے اور وہ بڑے خوش تھے کہ انہوں نے ایک مفید طریقہ نکال لیا ہے حالانکہ یہ طریقہ پہلے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں پایا جاتا ہے۔

یہ میں نے ایک چھوٹی سی مثال دی ہے۔ اس سے یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اصولی طور پر قیامت تک کے جو مسائل اور الجھنیں تھیں ان کا علم دیا گیا تھا اور قرآن کریم کی وہ تفسیر جس کا تعلق اس زمانے کے ساتھ تھا وہ تفسیر اصولی طور پر بتا دی گئی تھی۔ تاہم اس کی تفصیل میں جانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقت نہیں تھا۔ کیونکہ اگر آپ زیادہ تفصیل میں جاتے تو اس زمانے کے لوگ جن کو ہم صحابہ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اُن کے لئے ان باتوں کا سمجھنا مشکل ہو جاتا۔

بہرحال قرآن کریم کا یہ دعویٰ واقعی بڑا عظیم دعویٰ ہے کہ اس میں ہر ضروری بات بیان ہو گئی ہے۔ تاہم اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات کو سمجھیں کہ پہلی صدی کی ضروری باتیں جو انسان کے لئے تھیں وہ اور تھیں اور دوسری صدی کی ضروری باتیں جو انسان کے لئے تھیں وہ اور تھیں اور دوسری صدی کی ضروری باتیں اور تھیں۔ اسی طرح آج سے دوسو سال پہلے کی ضروری باتیں اور تھیں۔ دوسو سال پہلے ایک عظیم انقلاب بپا ہو رہا تھا۔ یہ انقلاب سرمایہ داری کا انقلاب تھا۔ سرمایہ داری نظام ایک انسانی نظام تھا۔ اس میں بڑی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ خرابیاں بڑھتی چلی گئیں لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ ایک عظیم انقلاب تھا مثلاً اس سرمایہ داری نظام کے دور میں ہوائی جہاز بھی آ گئے تھے۔ ریلوں کا استعمال شروع ہو گیا تھا سمندری سفر کی سہولتیں میسر آ گئی تھیں۔ تار کا استعمال شروع ہو گیا تھا۔ وغیرہ

پس یہ ایک عظیم انقلاب تھا جو زمین کے مختلف خطوں میں بسنے والے لوگوں کو ایک خاندان بنانے میں ممد ثابت ہو رہا تھا بعد میں بھی ممد ثابت ہوا اور آئندہ اور زیادہ ممد ثابت ہوگا۔ جب یہ ساری چیزیں اسلامی نظام کے تحت آ جائیں گی تو اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جائے گا۔

پس قرآن کریم کا یہ دعویٰ کہ ہر صدی کی یا ہر زمانے کی یا ہر ملک کی یا ہر انسان کی ضرورتوں کو سلجھانے کے لئے بنیادی اور اصولی تعلیم قرآن کریم میں دے دی گئی ہے۔ اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ۹۹ باتیں بیان کی گئی اور ایک چھوڑ دی گئی گئی سَو کی اگر ضرورت تھی تو سَو باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نظام قائم کیا ہے اور اس کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے۔ فرمایا:-

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ

یہ سارا نظام اسی دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ آج سے پانچ سو سال کے بعد جو مسائل ہیں ان میں آج کے انسان کو اپنا وقت اس سوچ میں ضائع نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ کیسے حل کئے جائیں گے؟ آج کے جو مسائل ہیں وہ پہلی صدی سے بہت مختلف ہیں۔ پہلی صدی کے انسان کو حل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ چودہ سو سال بعد وہ

مسائل پیدا ہونے تھے۔ لیکن قرآن کریم میں وہ بیان بھی ہو گئے اور قرآن کریم میں وہ چھپائے بھی گئے اس کے لئے ایک نظام اور روحانی علماء کے سلسلہ کا قیام ضروری ٹھہرا۔

ایک روحانی عالم خداتعالیٰ سے علم سیکھ کر اپنے زمانے، اپنی قوم اور اپنے ملک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے قرآن کریم کی ہدایت لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ خداتعالیٰ سے جو علم سیکھتا ہے وہ دراصل قرآنی رموز اور اسرار کا علم ہوتا ہے جو اسے ان مسائل کے حل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے جن کے ذریعہ قرآن کریم کی تعلیم اور نئی تفسیر کی روشنی میں نئے انسانی مسائل کا حل پیش کرتا ہے یہ کام انسانی عقل سے بالا ہے۔ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ انسانی عقل ان رموز اور اسرار کو حاصل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؈ (الواقعة: ۸۰)

قرآن کریم کے علوم سیکھنے کے لئے عقل کافی نہیں ہے۔ بلکہ قلبی طہارت کی بھی ضرورت ہے اس لئے جو لوگ پاک اور مطہر نہیں ہوتے وہ قرآنی رموز اور اسرار پر آگاہی نہیں پاسکتے یوں ویسے لوگوں میں دنیوی لحاظ سے بڑی عقل نظر آتی ہے۔ آخر یہ ساری ایجادات انسانی عقل کا کرشمہ ہیں۔ اس کام کے لئے دلی پاکیزگی اور طہارت کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم ان ایجادات کے نتیجہ میں وہ انسان کی خوشحالی کا سامان پیدا نہیں کر سکے۔

اب مثلاً سرمایہ داری نظام ہے اس سے ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہوا۔ مگر آپ غور کریں تو دیکھیں گے کہ ریل ایجاد ہو گئی لیکن ریل کے صحیح اور اچھے اور مفید نتائج جو خوشحالی کا باعث بنتے وہ پوری طرح حاصل نہیں ہوئے۔ اسی طرح یہ سمندری اور پھر ہوائی جہازوں کا سفر ہے اس نے انسان کو ایک دوسرے کے بہت زیادہ قریب تو کر دیا لیکن انسان کو ایک دوسرے کے بہت زیادہ قریب کر دینے کے نتیجہ میں جو مسائل پیدا ہونے تھے ان کو حل نہیں کیا۔ مثلاً دو سو سال پہلے لندن میں رہنے والا شخص اگر وہ زمیندار ہے تو ہزاروں ایکڑ زمین کا مالک اور لارڈ کہلاتا تھا۔ مگر اس کا تعلق عوام کے ساتھ نہیں تھا۔ ملک کے اندر کہیں کہیں سرمایہ داری کے یہ نقطے تھے جہاں دولت اکٹھی ہو رہی تھی۔ مگر جہاں انسانوں کی کثرت تھی ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ امیر لوگ کس قسم کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ کس کس قسم کے عیش میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور اپنی دولت کو کس طرح ضائع کر رہے ہیں۔ اپنی دولت کا صحیح استعمال کر کے بنی نوع انسان کی خوشحالی کے سامان پیدا کرنے میں وہ کس قسم کی غفلت برت رہے ہیں۔ لیکن جب انسان انسان کے قریب ہوا یعنی اسے سفر کی سہولتیں میسر آ گئیں تو دیکھتے دیکھتے ہی انسان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ مجھے تو کھانے کو نہیں ملتا اور یہ لارڈ اور امیر آدمی اپنی دولت کو ضائع کرتے ہیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ ہم بھوکے مرتے ہیں اور یہ عیش کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ اپنے حقوق منوانے کے لئے اقتصادی شعبوں میں ہڑتالیں ہونے لگیں اور اس طرح انسانی عقل نے مسائل پیدا کئے ان کو حل نہیں کیا۔

پس پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے یہ ضروری تھا کہ قرآن کریم کی طرف رجوع کیا جاتا اور اس کی ہدایت کے مطابق مسائل حل کئے جاتے۔ مگر قرآن کریم کے رموز اور اسرار کے لئے یہ ضروری تھا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پاک اور مطہر ہوں اور خدا خود ان کا معلم بنے اور اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کر کے وہ ان تمام معاشرتی، اقتصادی اور دوسری بہت سی برائیوں کو دور کریں جو خود انسانی عقل نے پیدا کی تھیں اور جس کا حل انسانی عقل تلاش نہیں کر سکی۔ چنانچہ قرآن کریم کی اصطلاح میں ان روحانی علماء کو نجوم یعنی آسمانی ستارے کہا گیا ہے۔ ان ستاروں میں ایک خاص ستارہ ہے جسے چاند کہا گیا ہے یا جسے مسیح محمدی کہا گیا ہے۔ یا جسے مہدی معہود کہا گیا ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ایک روحانی آفتاب ہیں ان کے نور کو دوسرے ستاروں کی نسبت بہت زیادہ یعنی پوری طرح جذب کر کے نوع انسانی کے لئے روشنی کے سامان پیدا کئے۔ مگر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو روحانی آفتاب ہیں اور قیامت تک کے لئے دنیا کو روشن کرنے والے ہیں۔ آپ کی روشنی نہ کم ہوتی ہے اور نہ کبھی کم ہو سکتی ہے۔ لیکن کچھ دور ایسے آتے رہے ہیں جب اس زمانے کی بینائی میں کمزوری آ جاتی رہی ہے اب مثلاً ڈاکٹر مجھے اور آپ کو جن کی آنکھیں صحیح وسلامت ہیں کہے گا کہ سورج کی طرف نگاہ نہ کرو اس سے آنکھوں کو نقصان پہنچے گا۔ مگر وہ ایک نابینے کو یہ ہدایت نہیں دے گا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایسے زمانے بھی آئے اور آتے رہے ہیں اور آتے بھی رہیں گے جن میں تھوڑے یا بہت لوگ جو امت محمدیہ

کے افراد اور آپ کی طرف منسوب ہوں گے مگر اپنی روحانی بصیرت اور بینائی کو کھو بیٹھیں گے۔ چنانچہ اس حقیقت کو جب قرآن کریم نے بیان کیا تو فرمایا ایسے موقعوں پر سورج کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ سورج کی روشنی میں تو کوئی کمی نہیں آتی۔ ایک پردہ ہوتا ہے جو سورج کے گرد آ جاتا ہے۔ یہ پردہ انسانی آنکھ پر پڑ جاتا ہے جو سورج کو دیکھنے نہیں دیتا۔

پس جہاں تک نجوم کا سوال ہے قرآن کریم نے دو محاورے استعمال کئے ہیں۔ ایک ستاروں کا گر جانا یا جھڑ جانا جسے قرآن کریم نے وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (الانفطار:۳) کے الفاظ میں بیان کیا ہے اور دوسرے ان کا دھندلا جانا یعنی علمائے روحانی جو دراصل اسلام کا سب سے زیادہ حسین اور مفید حصہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ خود اپنی رحمت اور اپنے فضل سے قائم کرتا ہے۔ اور اب تک ایسے علماء امت محمدیہ میں بڑی کثرت سے لاکھوں کی تعداد میں پیدا ہو چکے اور لاکھوں کی تعداد میں آگے پیدا ہوں گے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم نے ماضی کی تعداد یاد نہیں رکھی۔ مستقبل کی تعداد کے متعلق کچھ کہنے کی کیسے جرأت کر سکتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ضرور فرمایا ہے۔ فیج اعوج یعنی اسلام کے تنزل کے زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھ کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے اولیاء اللہ بڑی کثرت سے پائے جاتے تھے۔ لیکن جہاں یہ کہا گیا تھا کہ ستارے گر جائیں گے اس کا مطلب یہی تھا کہ بہت سارے رہ بھی جائیں گے۔ گو پوری ضرورت کو کما حقہٗ پیدا کرنے والے نہیں ہوں گے۔ تاہم ان کے وجود سے دنیا خالی نہیں ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا جب آندھی آتی ہے تو آم کے درخت کا پھل گر جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس درخت پر کوئی آم بھی نہیں رہا کچھ گرتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں۔

پس ستاروں کے گرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت دینے والے علماء کی تعداد کم ہو جائے گی۔ چنانچہ جس وقت ہدایت دینے والے کم رہ جاتے ہیں تو ایک ایسا طبقہ اُبھر آتا ہے جو اپنے آپ کو عالم کہتا ہے کیونکہ نجوم کا تو بہرحال وعدہ دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ طبقہ بھی اپنے آپ کو نجوم یعنی روحانی ستارے سمجھتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ لوگ اسلامی محاورہ میں علمائے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو علمائے باطن یعنی روحانی علماء کی روشنی کو مکدر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں

نے بتایا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سورج کی روشنی تو قیامت تک قائم رہنے والی ہے مگر جس طرح ہمارا یہ سورج ہے جب دن چڑھتا ہے اور سورج طلوع ہوتا ہے تو ایک نابینا شخص اسے نہیں دیکھ سکتا اسی طرح علمائے ظاہر کے غلط استدلال کے نتیجہ میں امت محمدیہ کے افراد کی نظر میں علمائے باطن یعنی روحانی علماء دھندلا جاتے ہیں۔ اُن کی روشنی ان کو نظر نہیں آتی کیونکہ ان کی آنکھیں کام نہیں کرتیں۔ لیکن انسان کی غفلت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے علمائے باطن کی پیدائش کا ایک سلسلہ اللہ تعالیٰ نے جاری کر رکھا ہے۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:- فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ (الواقعة: ۷۹) وہاں ابتداء کی ہے نجوم کے گرنے سے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ (الواقعہ: ۷۶)

نجوم کے گرنے کو میں گواہی کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ ہر زمانے میں علمائے باطن کو پیدا کرے گا۔ روحانی علماء پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن امت محمدیہ کا جو حصہ علمائے ظاہر پر مشتمل یا ان کے اثر کے نیچے ہوگا ان کے لئے یہ چمکنے والے ستارے ہدایت کا موجب نہیں بنیں گے۔ ان کے لئے ان کی روشنی دھندلی دھندلی ہوگی وہ اسے سمجھ نہیں سکیں گے جیسا کہ آج کل دیکھ لیں۔ ہمارا تجربہ بھی یہی ہے۔ دنیا میں علمائے ظاہر نے باطنی علماء کی روشنی کو دھندلا کر دیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ یعنی میں نجوم کے گرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ پھر فرمایا:- وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ (الواقعة: ۷۷)

فرمایا یہ بڑی عظمت والی شہادت ہے جو میں پیش کر رہا ہوں اور عظمت والی شہادت یہ پیش کی کہ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ (الواقعة: ۷۸) کہ قرآن کریم بڑی عظمت والی کتاب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ یہ ایک چھپی ہوئی کتاب ہے۔ اس کے اندر ایسے رموز اور اسرار ہیں جو آنے والے زمانوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ کہ اس میں بیان ہونے سے کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ بعض بیوقوف لوگ یا بعض دنیوی علوم رکھنے والے لوگ یہ کہہ دیتے

ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو کتاب نازل ہوئی تھی وہ ہماری ضرورتوں کو کیسے پورا کرے گی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس طرح پورا کرے گی کہ میں خود امت محمدیہ کے ایک گروہ کا معلم بنوں گا۔ میں ان کو ہر زمانہ میں علم سکھاتا ہوں۔ ان کی پاکیزگی کو دوبالا کرتا ہوں۔ ان کو روشن کرتا ہوں۔ ان کے اندر طہارت اور تزکیہ پیدا کرتا ہوں انہیں اس قابل بنا دیتا ہوں کہ قران کریم کے سیکھنے کی ان کے اندر اہلیت پیدا ہو جائے جس کی پہلی اور بڑی شرط طہارت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ

پھر اس کے بعد فرمایا:- تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (الواقعة :۸۱) یعنی ہونا چاہئے تھا کیونکہ قرآن کریم ایک صدی کے لئے یا ایک نسل کے لئے نازل نہیں ہوا بلکہ یہ تو رب العالمین کی طرف سے عالمین کی ہدایت کے لئے ہر زمانے اور ہر ملک کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے قرآنی عظمت کے اظہار کے لئے یہ دعویٰ بھی کیا اور دلیل بھی بیان فرمائی اور فرمایا:- مَا فَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ انسانی ضرورتوں کے لحاظ سے علم الٰہی میں جو چیز بھی ضروری تھی وہ اس میں بیان ہوگئی ہے۔ فرمایا ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔ ہمارے علم میں جس چیز کی ضرورت تھی وہ اصولی اور بنیادی طور پر قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہے۔

پس ہمارے اس زمانے میں وہ چاند آ گیا۔ وہ قمر طلوع ہوگیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی آفتاب کا پرتو لئے ہوئے ہے۔ اس طلوع قمر کے نتیجہ میں بھی جو نجوم کی ضرورت ہے وہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اگرچہ یہ سلسلہ ایک وقت میں کم ہو گیا تھا مگر اس وقت بھی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے فیج اعوج یعنی اسلام کے تنزل کے زمانے میں لاکھوں کی تعداد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیض کے نتیجہ میں خدا کے پیارے اور محبوب بندے پائے جاتے تھے۔ اب تو بہت زیادہ ہونے چاہئیں کیونکہ ضرورتیں بڑھ گئیں مسائل اور بھی زیادہ الجھ گئے ہیں (یہ مضمون تو بہت لمبا ہے اب میں یہیں اس کو ختم کروں گا لیکن اس خطبہ میں اس کا جوڑ ملا دیتا ہوں) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب بپا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب

میں کئی جگہ اس کی بڑی وضاحت فرمائی ہے۔ اس عظیم انقلاب کا مطلب ایک ایسا انقلاب ہے جس سے بڑا کوئی اور انقلاب تصور میں نہیں آسکتا جس کا مطلب ہے کہ سرمایہ داری کے انقلاب یا اشتراکیت کے انقلاب یا چینی سوشلزم کے انقلاب کی اس انقلاب کے مقابلے میں جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا کوئی حیثیت ہی نہیں۔ چنانچہ اسلام کو غالب کرنے کے لئے اللہ کی مصلحت نے یہ تقاضا کیا کہ اسلامی انقلاب سے پہلے یکے بعد دیگرے تین انقلاب رونما ہوں۔ اور اس طرح اسلامی انقلاب کے رونما ہونے کے لئے زمین تیار ہو جائے۔

جن لوگوں نے یہ مضمون پڑھا ہے وہ تو اس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ روسی اشتراکیت اور چینی سوشلزم کے پیرو سرمایہ داری کے نظام کو REACTIONARY (ری ایکشنری) نظام کہتے ہیں REVOLUTIONARY (ریوولوشنری) نظام نہیں کہتے۔ میرے نزدیک وہ غلطی خوردہ ہیں۔ سرمایہ داری کا نظام اپنے وقت میں پہلا انقلاب تھا۔ یہ واقع میں انقلاب ہے کسی چیز کا ردعمل نہیں ہے اگر سرمایہ داری کا انقلاب بپا نہ ہوتا تو اشتراکیت کا انقلاب پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ اس طرح ایک کے بعد دوسرا انقلاب آیا۔ پہلے سرمایہ داری کا انقلاب آیا (یہ ایک لمبا مضمون ہے اللہ تعالیٰ نے زندگی اور توفیق دی تو کسی وقت مثالیں دے کر یہ سارا مضمون بیان کروں گا) پھر روسی اشتراکی انقلاب آیا۔ اگر اشتراکی انقلاب نہ آتا تو چین میں سوشلزم کا انقلاب آیا ہے اس کا بھی امکان پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ دونوں بنیادی طور پر ایک دوسرے سے مختلف اور چینی سوشلزم اسلام سے زیادہ قریب ہے۔ غرض پہلے سرمایہ داری کا انقلاب پھر کمیونسٹ (اشتراکی) انقلاب اور پھر چینی سوشلٹ انقلاب نہ آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اسلام کے غالب ہونے کے لئے سامان نہ پیدا ہوتے۔

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اسلام کا جو آخری غلبہ ادیان باطلہ اور فلسفہ ہائے باطلہ پر مقدر ہے اس کے لئے سرمایہ داری کے انقلاب کے وقت سے بنی نوع انسان کو تیار کیا گیا ہے۔ اس لئے میرے احمدی بھائیوں اور بہنوں کو ان انقلابی تحریکوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ تو ہمارے لئے تمہید کے طور پر ہیں۔

چنانچہ دیکھ لیں جس وقت سرمایہ داری کا انقلاب اپنے بڑھاپے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس وقت اشتراکیت کا انقلاب اپنی جوانی کے زمانہ میں داخل ہو رہا تھا۔ جس وقت اشتراکیت کا انقلاب اپنے بڑھاپے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس وقت چینی سوشلزم کا انقلاب اپنی جوانی میں داخل ہو رہا تھا اور انشاء اللہ اور اسی کے فضل سے اور جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں یہ ایک خاص سلسلہ ہے جو ایک زبردست الٰہی منصوبے کے تحت تیار کیا گیا ہے۔ اس لئے میں علیٰ وجہ البصیرت اور پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس وقت چینی سوشلزم کا انقلاب اپنے بڑھاپے میں داخل ہو رہا ہوگا اسلام کا عظیم انقلاب اپنی جوانی میں داخل ہو رہا ہوگا۔ اس لئے ہماری جماعت پر بڑی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

میں نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں بتایا تھا کہ جہادِ اکبر کے ذریعہ اسلام کی ایک زبردست فوج تیار کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ یہ اسلام کی وہ روحانی فوج ہوگی جس کے ذریعہ اسلام کو عالمگیر غلبہ نصیب ہوگا۔ اس لئے ہمارے نوجوانوں کو بہکنا نہیں چاہیئے۔ ہمارے نوجوانوں کو ایثار دکھانے اور قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

میں نے بتایا ہے کہ اس وقت تک دو انقلاب بڑھاپے میں داخل ہو چکے ہیں پہلا سرمایہ داری کا نظام ہے یہ بظاہر دم توڑ رہا ہے پتہ نہیں اس کی عمر کتنی لمبی ہے۔ روسی اشتراکی نظام میرے نزدیک بڑھاپے میں داخل ہو چکا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جو انقلاب جوانی میں داخل ہوتا ہے وہ اپنے بعض مسائل کو ایثار اور قربانی سے حل کرتا ہے۔ اور جو انقلاب اپنے بڑھاپے میں داخل ہوتا ہے وہ اپنے مسائل کو COMPROMISE (کمپرومائز) یعنی سمجھوتے کے ذریعے حل کرتا ہے۔ کمپرومائز یا مداہنہ اپنے نفس میں تضاد ہے اور صراطِ مستقیم سے روگردانی ہے۔ کیونکہ صراطِ مستقیم میں کسی اور طرف سڑکیں نہیں نکلتیں۔ وہ ایک سیدھی شاہراہ ہے۔ اس سے اِدھر اُدھر ہونا گمراہی ہے۔

غرض مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ کا ایک جلوہ تو انقلاب عظیم کی شکل میں قرونِ اولیٰ میں رونما ہوا۔ دوسرا جلوہ آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی روحانی تاثیرات اور انفاسِ قدسیہ کے ذریعہ بپا ہونا تھا۔ اس زمانے میں ہم داخل ہو چکے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں بھی نجوم کا سلسلہ جاری ہے۔ پھر اس کے آخر میں فرمایا اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (الواقعة: ۸۲) کیا اس قرآن کے بارے میں تم مداہنت سے کام لیتے ہو۔ یہ تو مسائل کو حل کرنے کے لئے مداہنت یعنی کمپرومائز کو روا نہیں سمجھتا یہ تو ایثار اور قربانی پر زور دیتا ہے اور اس میں مداہنت نہیں البتہ کمپرومائز میں مداہنت ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ اپنے نفس میں ایک لمبا مضمون ہے پھر کسی وقت انشاء اللہ بیان ہو جائے گا۔ میں اس وقت بتا یہ رہا ہوں کہ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ میں جس روحانی سلسلہ کے قیام کا ذکر ہے وہ سلسلہ اب آخری اور ہمیشہ رہنے والے غلبہ اسلام کے زمانہ میں داخل ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کریم کا نازل ہونا رب العالمین خدا کی طرف سے ہے کیا تم اس سے مداہنت کا رویہ اختیار کرتے ہو۔ قرآن کریم کی تعلیم سے مداہنت کرنا تو بڑی عجیب بات ہے۔

میں نے اس مضمون کو مختصراً بیان کر دیا ہے۔ ہمارے بعض نوجوان انقلابی تحریکوں کا تھوڑا بہت اثر قبول کر لیتے ہیں ان کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ اثر قبول کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ تو دنیا کے قائد اور معلم بنائے گئے ہیں۔ وہ شاگرد اور بھک منگے نہیں بنائے گئے۔ انہیں کچھ حاصل کرنے کے لئے کسی کے سامنے اپنا کشکول رکھنے کی ضرورت نہیں ہے پس میں اپنے نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ تم دنیا کو رشد و ہدایت دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ دنیا سے کچھ لینے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ دنیا تم سے وہ کچھ حاصل کرے گی جسے تم آج نہیں سمجھتے مگر میں اسے جانتا ہوں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ کہہ دیں کہ میں نے یہ کیا کہہ دیا ہے۔ لیکن میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ دنیا تم سے وہ کچھ حاصل کرے گی کہ اس نے نہ سرمایہ داری انقلاب سے وہ چیز حاصل کی نہ اشتراکی انقلاب سے اور نہ چینی سوشلسٹ انقلاب سے اس چیز کو حاصل کیا ہے۔

پس جو چیز تم نے دنیا کو دینی ہے قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اور ایک عظیم انقلاب کی شکل میں اس کی تم اپنے اندر اہلیت پیدا کرو تا کہ تم وہ چیز یعنی رشد و ہدایت دنیا کو اپنے وقت پر دے سکو۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو بھی اور مجھے بھی اپنی ذمہ داریاں نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴؍ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۵)